Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Exploring Themes of Love and Desire in Ghalib's Poems (Research Review)

غالب کی غزلوں میں محبت اور چاہت کے موضوعات کی تلاش (تحقیقی جائزہ)

Iftikhar Muhammad
SST(G), GHS Katlang, (Mardan),

Nawab Ali
PhD (Scholar) University of Peshawar,

Taimur Khan
PhD (Scholar) Islamia College University Peshawar.

Abstract

Human nature is innately capable of recognizing beauty and appreciating it. There are numerous perspectives on beauty, each of which contributes to the concept's diversity and variety. In poetry, particularly ghazal, the Ghalib have contributed a colorful and beautiful facet to the literary world. And the passage of time has not caused those colors to become less vibrant. Ghazal encompasses its own unique form, which not only reveals beauty but also the manifestations of beauty. The special allure of ghazal might be attributed to beauty and the way things are seen. Through the combination of externally alluring qualities and interior charm, Ghalib has not only made beauty their inner voice but also made it the heartbeat of themselves and others. Ghalib maintained its voyage with all of its vigor despite the fact that poets carved the ghazal throughout its history before him. This research was give perspectives on Ghalib as well as conceptions of beauty and the ways in which it manifests itself.

Keywords: Ghalib, Ghazal, Beauty, Poetry, Aesthetic perception.

تعارف

نجم الدولہ اور مرزا نوشاہ اسد اللہ خان غالب بہادر نظام جنگ اردو زبان کے عظیم شاعر مانے جاتے ہیں۔ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ 19 ویں صدی غالب صدی ہے۔ اٹھارویں صدی میر تقی میر کی صدی تھی اور بیسویں صدی علامہ اقبال کی صدی تھی۔ غالب کی عظمت کا راز صرف ان کی شاعری کے حسن اور معیار میں پنہاں ہے۔ ان کی اصل طاقت اس بات میں ہے کہ انہوں نے زندگی کے حقائق اور انسانی نفسیات کو گہرائی سے سمجھا اور بڑی سادگی کے ساتھ عام لوگوں کو سمجھا دیا۔ غالب کی پیدائش ہنگامہ خیزی کے دور میں ہوئی، جب اس نے عظیم مسلم سلطنت کی تباہی اور غیر ملکی انگریزی قوم کی طاقت کو گرہن ہوتے دیکھا۔ غالباً اسی تجربے نے اسے اپنی سوچ کی گہرائی اور وسعت دی۔

1802 میں اپنے والد کی وفات کے بعد، غالب کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ خان، آگرہ کے مرہٹہ قلعے کے مالک، کو ان کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ 18 اکتوبر 1803 کو جب انگریز فوجوں نے آگرہ پر حملہ کیا تو مرزا نصر اللہ بیگ خان نے آگرہ کا قلعہ لارڈ لیک کے حوالے کر دیا جس کے بعد انگریز فوجیں آگرہ میں داخل ہوئیں اور مرا اٹھا اثر ختم ہو گیا۔ لارڈ لیک نے مرزا نصر اللہ بیگ خان کو 1700 روپے تنخواہ کے ساتھ 400 گھڑ سواروں کا رسالدار مقرر کیا۔ اپریل 1806ء میں مرزا نصر اللہ بیگ خان ہاتھی سے گر کر انتقال کر گئے۔ پسماندگان میں غالب اور ان کے چھوٹے بھائی مرزا یوسف علی بیگ خان بھی شامل تھے۔ 4 مئی 1806 کو فیروز پور جھرکی کے نواب نواب احمد بخش خان نے انگریزوں کو غالب کی دادی، تین خالہ اور چھوٹے بھائی سمیت پسماندگان کے لیے دس ہزار روپے فراہم کرنے کی سفارش کی۔ 7 جون 1806 کو یہ رقم دس ہزار سے کم کر کے پانچ ہزار کر دی گئی۔ غالب نے 11 سال کی عمر میں شاعری کا مطالعہ شروع کیا۔ ان کی مادری زبان اردو تھی لیکن گھر میں فارسی اور ترکی بھی بولی جاتی تھی۔ انہوں نے کم عمری میں ہی فارسی اور عربی سیکھ لی۔ غالب کے زمانے میں "ہندی" اور "اردو" کے الفاظ مترادف تھے۔

غالب اور سید احمد خان کے درمیان عمر کے بیس سال کے فرق کی وجہ سے دونوں ہم عصروں میں یکساں دوستی قائم نہ ہو سکی لیکن دہلی کے ایک ہی علاقے میں دونوں کے برسوں کی رہائش ان کی باہمی شناسائی اور قربت کا باعث بنی۔ یہ یقینی طور پر کیا گیا تھا. حیات جاوید میں غالب کے شاگرد مولانا خیالی کا راوی ہے کہ سید احمد خان نے مرزا غالب کو چچا کہا اور مرزا نے بھی حیات جاوید میں سید صاحب پر بڑی مہربانی کی۔ اس سب کو ختم کرنے کے لیے، غالب کو تقریباً اٹھارہ یا انیس سال کی عمر (23.1835) میں دہلی کے علماء کی سوسائٹی میں قبول کر لیا گیا۔ فروری 1839 سے سر سید احمد خان نے برطانوی حکومت کے لیے کام کرنے کے لیے دہلی چھوڑ دیا اور مختلف جگہوں پر رہنے لگے۔ انہیں دہلی میں ہمیشہ رہنے کا موقع کم ہی ملتا تھا۔ ان حالات پر غور کیا جائے تو غالب اور سید احمد خان کی دہلی میں ملاقات کے امکانات بہت کم ہوں گے، لیکن غالب اور سید احمد خاں کے ادبی کاموں میں ان دونوں ہم عصروں کے باہمی تعلق کی تائید کرنے کے بہت زیادہ شواہد موجود ہیں۔ اردو میں مرزا غالب کا دیوان پہلی بار اکتوبر 1841 میں دہلی میں سید احمد خان کے بڑے بھائی سید محمد خان نے شبانہ 1257 عیسوی میں شائع کیا۔ ان کے درمیان تعلق کی تصدیق غالب سید احمد

CC BY

خان کے نام کے حال ہی میں دریافت ہونے والے فارسی خط سے بھی ہوتی ہے۔ جو 10 جنوری 1842 کے بعد لکھی گئی لیکن 31 دسمبر 1845 سے پہلے جب سید احمد خان فتح پور سیکری (ضلع آگرہ) کے منصف تھے۔[1]

غالب کی دوبارہ دریافت فارسی خطوط غالب کی کتاب میں ہے۔ اور اس کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ خط دراصل سید احمد خاں کے غالب کے خط کا جواب ہے۔ غالب کا یہ خط اور اس میں سید احمد خان کے خط کا حوالہ بھی غالب اور سید احمد خان کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ نعتیہ مثنوی بھی نقل کرکے بھیجی گئی۔ غالب خط کا اختتام الیا کے بڑے بھائی کو سلام لکھ کر کرتے ہیں۔ سید احمد خان کے بڑے بھائی سید محمد خان کا انتقال 31 دسمبر 1854 کو دہلی میں ہوا، اس لیے غالب کے نام سید احمد خان کا یہ فارسی خط 31 دسمبر 1854 سے پہلے لکھا گیا ہوگا۔ غالب سے ان کی غیر معمولی عقیدت تھی۔ سید صاحب کی کتاب اطہر السند کے پہلے ایڈیشن کے چوتھے باب میں 7481 میں بلبل نویان سواد جنت آباد حضرت شاہ جہاں آباد کے عنوان سے غالب کا تذکرہ دہلی کے بہت سے شعراء میں خصوصی تعریف کے ساتھ کیا گیا ہے۔ شماریاتی اور ادبی کاموں کو جگہ دی گئی ہے۔[2]

مرزا غالب صرف 13 سال کے تھے جب انہوں نے 1810 میں شادی کی۔ انہوں نے نواب احمد بخش خان کے بھائی نواب الٰہی بخش خان کی بیٹی امراؤ بیگم سے شادی کی۔ الٰہی بخش خاں خود ایک عظیم شاعر تھے 1812 میں اپنی شادی کے بعد غالب آگرہ سے دہلی چلے گئے۔ جب اس کی شادی کے بعد اخراجات بڑھتے گئے تو اس نے کلکتہ جانے کا فیصلہ کیا، سپریم گورنمنٹ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا اور 1826 میں دہلی چھوڑ دیا۔ وہ کانپور کے راستے لکھنؤ پہنچے جہاں ان کا استقبال کیا گیا اور ان کے اعزاز میں ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ وہ لکھنؤ میں تقریباً ایک سال رہے اور پھر وارانسی اور پٹنہ سے ہوتے ہوئے 1828 میں کلکتہ پہنچے۔ وہیں یہ ناکام رہا۔ آخر کار وہ نومبر 1829 میں دہلی واپس آیا۔ یہاں آکر اس نے اپنا مقدمہ وہاں کے باشندوں کے سامنے پیش کیا، جنہوں نے 1836 میں 750 روپے سالانہ پنشن وصول کرنے کا فیصلہ کیا جس میں اضافے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ وہ ملکہ انگلستان کے لیے مقدمہ بھی لے کر آیا لیکن یہاں بھی وہ ناکام رہا۔ اس لیے اس نے اپنی پنشن میں اضافے کے لیے تقریباً 16 سال تک حکومت سے لڑائی کی لیکن ناکام رہے۔ اس نے مقدمہ دائر کرنے کے لیے دوسروں سے پیسے ادھار لیے اور اس سے بھی زیادہ قرض میں ڈوب گیا۔ لیکن اس نے کبھی امید نہیں ہاری۔[3]

اردو شاعری میں عشق کی دو قسمیں ہیں اس لیے حسن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ محبت کی ایک قسم مجازی ہے اور دوسری حقیقی۔ مجازی محبت وہ محبت ہے جو کسی شخص سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مرد اور عورت کے درمیان محبت کو مجازی محبت کہتے ہیں۔ اردو غزل میں عموماً مرد عورت سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اردو میں غزل، عشق مجازی کی ایک شکل ہے، جس کا مطلب بھی مرد کے لیے مرد کی محبت اور عورت کے لیے عورت کی محبت ہے۔ سچی محبت خدا سے انسان کی محبت ہے۔ دوسرے لفظوں میں، وہ محبت جس میں عاشق ایک شخص ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور محبوب خدا ہوتا ہے۔

غالب کا تصورِ عشق

اگرچہ غالب کے دیوان میں دو چار اشعار ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب حسین لڑکے کو اپنا عاشق سمجھتے تھے لیکن اردو غزل میں صرف عورت کو عاشق تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف، وہ خدا کا بندہ نہیں تھا جو خدا کو پیارا تھا۔ دوسری طرف، ہم جنس پرستی کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ غالب نے کبھی کسی کی موت کے بارے میں گیت کی شکل میں لکھا۔ تاہم، دواں غالب کے لیے دو مرثیے ہیں۔ ان کے بہنوئی زین العابدین خان عارف کی وفات جوان کے لیے بہت اہم تھی۔ کسی عزیز کی موت کے بعد یہ دوسری موت ہے، لیکن تفتیش کار اس کی تفصیلات نہیں جان سکے۔[4]

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے
شرم رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل جس پر یہ نا امیدواری ہائے ہائے [5]

غالب کا ایک شعر ملاحظہ ہو جس میں ایک نوجوان لڑکے کا ذکر ہے:

آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست
دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید، خط رخسارِ دوست [6]

کلام غالب میں حسن وعشق کی اہمیت

چونکہ غالب کی شاعری میں یہ دونوں موضوعات بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اس لیے غالب کے نقادوں نے مرزا کی شاعری پر بحث کرتے وقت ان پر خاصی توجہ دی ہے۔ تاہم، بہت سے غالب دانشوروں نے غالب کے حسن اور محبت کے تصورات پر مضامین لکھے۔[7]

ذاتی تجربات ومحسوسات

حسن اور محبت کے غالب تصورات وہی تصورات ہیں جن کا اظہار اردو اور فارسی شاعری میں صدیوں سے ہوتا رہا ہے۔ تاہم، مروجہ فطری اختراع اسے صرف ان موضوعات تک محدود نہیں رکھتی، وہ حسن وعشق کے میدان میں اپنے ذاتی تجربات واحساسات کی روشنی میں اپنی شخصیت کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ مواصلات اس کے بغیر بے معنی ہے۔[8] مثلاً:

رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں [9]

شرمندگی

غالب اس بات سے بہت پریشان ہیں کہ ساری زندگی انہوں نے محبت کا ڈرامہ کیا، لیکن وہ عشق کی راہ پر ایک بھی حقیقی قربانی دینے میں کامیاب نہیں ہوئے اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔[10]

CC BY

ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں [11]

زمینی اوصاف کا حامل عشق

غالب محبت کے پرانے افلاطونی تصور کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے برعکس ان کی محبت کا ایک زمینی کردار ہے۔[12]

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں [13]

جارحانہ انداز

غالب کے پاس عاجزی اور عشق کی غربت کے برعکس جارحانہ انداز ہے۔ ایک خاص مقام اور خاص شان ہے۔ وہ اپنے سوئے ہوئے عاشق کے پاؤں نہیں چومتے کہ وہ مشکوک نہ ہو جائے۔ وہ ناراض عاشق کو بھی قائل نہیں کرتے تاکہ ان کی ذیلی ساڑھی کا پہلو نکل آئے۔ بسم میں نہ پکارے تو راستے میں نہیں آتے اور جب بے بسی کی وجہ سے راستے میں نہیں آتے تو مقابلے میں اس کا لہنگا کھینچنے کی ہمت بھی کرتے ہیں۔[14]

لے تو لوں سوتے میں اُس کے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا [15]

غالب کا تصور حسن یا تصورِ محبوب

حسن کے بارے میں غالب کے تصورات کو جاننے کے لیے آپ کو ان کے محبوب کی شبیہہ کو دیکھنا ہو گا، کیونکہ اس کے محبوب میں یہ تمام خصوصیات موجود ہیں۔ ایک طرف غالب نے روایتی تصور کو استعمال کیا۔ دوسری طرف کچھ باتیں کہی گئیں جو پرانے خیالات سے مختلف تھیں۔ ان کی رائے میں، خوبصورتی کو سادگی اور نفاست کو یکجا کرنا چاہیے۔ غالب لمبے قد والے، اساطیری، سادہ اور دلکش، شہرت اور محبت کے مالک، لمبی پلکیں ہیں۔ چاند کا چہرہ اور ستاروں والی آنکھوں والا عاشق پسند کیا جاتا ہے اور اس کی خوبصورتی کی تعریف کی جاتی ہے۔[16]

سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرات آزما پایا [17]

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا
ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے [18]

چال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل میں ایسے کے جاکرے کوئی [19]

وحدت الوجود

غالب اپنے فکری سفر میں نظریہ وحدت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ بے اختیار خدا کے ابدی وجود کی گواہی دینا شروع کر دیتا ہے۔ ادب میں علم الٰہی کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔[20]

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا [21]

کھوج

غالب کی متجسس نگاہیں ہدیہ کے اندر چھپے گہرے رازوں کو جاننے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے اپنی زندگی فلسفیانہ قیاس آرائیوں میں گزاری۔ اس کے شاٹس نے زیلف ریکسر کے خواب بھی پورے کر دیے۔ غالب کو امام عاشق یا جن بھی کہا جاتا ہے۔ وہ محبت سے بھرا ہوا تھا۔ والد حسن جانان۔ شام اور فجر کے وقت عاشقوں کی قسمت اس کے جوش و خروش کا باعث تھی۔ اس آیت میں آپ اس کے دل کی آواز سن سکتے ہیں۔[22]

مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس
زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے [23]

محبت کی کسک

غالب کے یہ تین اشعار محبت کے بارے میں سرگوشی اور طنز پر مشتمل ہیں۔ ایک نیا انداز اور ایک دلچسپ پہلو ہے۔ کنائی کے حوالے سے اس واقعہ کے نچوڑ کو اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے:[24]

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمد فصل لالہ کاری ہے
ہو رہا ہے جہاں میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے
دل ہوائے خرام ناز سے پھر
محشر ستان بے قراری ہے [25]

تصورِ حسن و عشق کے پہلو

زندگی نظم کا غالب موضوع نہیں ہے۔ روایتی تشبیہ نے یقیناً کام کیا، لیکن اسے یہ تشبیہ پسند نہیں آئی۔ یہ عام طور پر ٹاپیکل طور پر لاگو ہوتا ہے۔ اس معمولی بنیاد پر، وہ ایک لطیف نکتہ بیان کرتا ہے۔ لیکن انفرادیت کے حسن کی وہ صحیح تصویر جو روایتی سلپ کو نمایاں کرتی ہے غالب میں کہیں نہیں ملتی۔

حسن کی تاثیر

درحقیقت غالب کی توجہ خوبصورت تصویر پر نہیں، حسن کے اثرات پر ہے۔ وہ جہاں بھی خوبصورتی کو پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ صرف باڈی لینگویج استعمال کرتا ہے اور بہت کچھ قاری کے تخیل پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح قاری کا شعور شاعر کے ساتھ مل کر تخلیقی عمل میں شریک ہوتا ہے۔[26]

اُلجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیوں کر ہو [27]

اب ہمارے تخیل کا کام آئینے میں اس نورانی چہرے کی خصوصیات کا پتہ لگانا ہے۔ دوسرے بند میں شاعر نے ایک چھوٹا سا اشارہ دیا ہے کہ پورے شہر میں اس شخص کی مثال نہیں ملتی:

کیا آئینے خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے
کرے جو پر تو خورشید عالم شبنمستاں کا
منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں
زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا [28]

تاہم، یہ سراگ خوبصورت چہروں کو دیکھ کر حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ کچھ معاملات میں ہم صرف اس تصویر کے بیرونی کناروں کو دیکھتے ہیں۔ اس خالی جگہ میں کیا خاص بات ہے؟ یہ ہمارے تخیل کی گنجائش کو جانچتا ہے۔

ترے جواہر طرفِ کلہ کو کیا دیکھیں
ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں
ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہے نفسِ عطر سائے گل [29]

نسائیت کے حسن کا معیار

حسن کے وہ پہلو جو روح کے بجائے حواس کو متاثر کرتے ہیں نسخہ حمیدیہ میں ظاہر کیے گئے ہیں۔ مؤخر الذکر صورت میں، ذاتی ملاقاتیں کم ممکن ہیں۔ اس کے بجائے شاعر کے ذہن میں حسن کی کیفیتیں زیادہ عام ہیں۔ یہ ابتدائی آیات غالب کی جوانی اور بلوغت کے اس دور کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو شباب کے آغاز کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس پرجوش دور میں حسن زہری کی اپیل اپنے عروج پر پہنچ گئی اور نوجوان شاعر کی اردو غزل کے مقبول اسلوب کے خلاف بغاوت نے انہیں اظہار خیال کی کافی آزادی دی۔ اس دوران ہاتھ اور پاؤں کی مہندی اور ہونٹوں کی سیاہی کا اکثر تذکرہ کیا جاتا ہے، لیکن یہ عارضی معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے نسوانی حسن کے تین عناصر ہیں جو غالب کے تخیل میں ایک نمایاں اور پائیدار مقام رکھتے ہیں۔[30]

قامت یار

ایک خصوصیت جو اس وقت اور اس کے بعد بھی توجہ مبذول کرتی رہتی ہے وہ ہے انسانی جسم کی خوبصورتی۔ اگرچہ یہ بات یقینی ہے کہ حسن کے دیگر عناصر مثلاً چہرے کی خوبصورتی کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس حوالے سے شاعر کا ذہن جسم کے حسن کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس طرف بہت توجہ دی گئی۔

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آ جاوے
کفِ ہر خاکِ گلشن شکلِ قمری نالہِ فرسا ہو
اسد بہار تماشائے گلستانِ حیات
وصالِ لالہ عذارانِ سرو قامت ہے [31]

زلفِ سیاہ

ان کے گہرے لمبے بالوں کی چمک غالب کی نظموں کے ہر مرحلے کو اس طرح روشن کرتی ہے کہ ایک سطحی مطالعہ بھی ہمیشہ ان کے اہم نکات کو ظاہر کرتا ہے۔ زلفِ سیخ اردو اور فارسی شاعری کا بھی خاص سرمایہ ہے۔ لیکن غالب نے ہمیشہ کی طرح بہت سے ذاتی اضافے کیے اور اپنے ذاتی رابطے کو اس خلوص اور جوش کے ساتھ شامل کیا کہ اس معمولی مضمون میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔[32]

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک [33]

چشم نگاہ

حسن کے تین عناصر جو غالب کے لیے بنیادی ہیں ان میں سے تیسرے اور سب سے بڑے جز کا ذکر انھوں نے مخالف شعر میں کیا ہے:

شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے؟
نگہِ چشم سرمہ سا کیا ہے [34]

اس نظم میں بصارت اور آنکھ کا یہ تعلق کوئی اتفاقی نہیں ہے بلکہ حسن کے مروجہ تصور کی گہری خصوصیت پر مبنی ہے۔ جسامت اور جسم کے باہمی خیال کی طرح بو بھی اس کے تخیل میں شکل اختیار کر لیتی ہے۔ روح کی پاکیزگی جسم کی نرمی سے ظاہر ہوتی ہے، روح کے دائرے میں زندہ دلی نظر آتی ہے اور اس کے پیچھے نگاہوں کی سرعت کا شعلہ جلتا ہے۔ تاہم، قدیم ترین نظموں میں سے ایک بصارت اور نگاہوں کے درمیان تعلق کو اس طرح بیان کرتی ہے:[35]

حلقے ہیں چشم ہائے کشودہ بسوئے دل
ہر تار زلف کو نگہِ سرماسا کہوں [36]

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے نزدیک حسن کا سب سے بڑا انعام محبوب کی آنکھوں کی لذت ہے۔ کالی سیاہی جیسی سیاہ آنکھیں شاعر کا سرمایہ ہیں۔ اسے سرمئی آنکھیں پسند ہیں۔ یہ دلچسپ ہے کیونکہ شاعر اپنے گالوں کی سوجن اور ہاتھوں پر مہندی محسوس کرتا ہے:

پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حسن
دست مرہون حنا، رہنِ غازہ تھا [37]

لیکن آنکھ کا سر ہمیشہ اعتراض کے اوپر ہوتا ہے، بلکہ سر کا احسان آنکھ پر مسلم ہے:

سرمہء مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا [38]

رنگ برنگ مضمون

غالب نے آنکھوں اور بصارت کے موضوع پر ایسے رنگین مضامین تخلیق کیے ہیں کہ سر سری نظر میں شک ہونے لگتا ہے کہ حسن کی لعنت میں اس کا کوئی اور بھائی نہیں۔

کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغ نگہہ کو آب تو دے [39]

فلسفیانہ شدت

غالب ذائقہ موڈ واضح طور پر "جمالیات" کے قریب ہے اور صرف احساس سے دور نہیں ہے۔ ایک اور خصوصیت اس کی فلسفیانہ قوت ہے۔ شاعر محض تماشائی بننا پسند نہیں کرتے۔ وہ نظاروں سے بھرا ہوا ہے اور اس کی روح اور جسم کی تمام طاقتیں اس کی آنکھوں میں مرکوز ہیں۔ وہ صرف خوبصورتی نہیں دیکھنا چاہتا، وہ خود کو اس میں کھونا چاہتا ہے۔[40]

ہنوز محرمیِ حُسن کو ترستا ہوں
کرے ہے ہر بُن مُو کام چشمِ بینا کا
کیوں جل گیا نہ تابِ رخ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر [41]

تصور محبوب

حسن کے بارے میں غالب کے تصورات کو جاننے کے لیے آپ کو ان کے محبوب کی شبیہہ کو دیکھنا ہو گا، کیونکہ اس کے محبوب میں یہ تمام خصوصیات موجود ہیں۔ ایک طرف غالب نے روایتی تصور کو استعمال کیا۔ دوسری طرف کچھ باتیں کہی گئیں جو پرانے خیالات سے مختلف تھیں۔ ان کی رائے میں، خوبصورتی کو سادگی اور نفاست کو یکجا کرنا چاہیے۔ غالب لمبے قد والے، اساطیری، سادہ اور دلکش، شہرت اور محبت کے مالک، لمبی پلکیں ہیں۔ چاند کا چہرہ اور ستاروں والی آنکھوں والا عاشق پسند کیا جاتا ہے اور اس کی خوبصورتی کی تعریف کی جاتی ہے۔[42]

سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرات آزما پایا [43]

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا
ہاتھ آئیں تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے [44]

جال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی [45]

حاصل بحث

مرزا اسد اللہ خان غالب اپنے دور کے سب سے بڑے روایت شکن شاعر ہیں۔ اس نے اپنی فنی زندگی کے تقریباً پچاس یا ساٹھ سال غور و فکر، تلاش، تجربے اور قبولیت میں گزارے؟ زندگی اور فکر کے نئے رجحانات، اظہار کا نیا دائرہ، خیالات کی بلندی، آنے والے زمانے کا مزاج سب کچھ غالب کے کلام میں جھلکتا ہے۔ وہ زندگی کا شاعر ہے۔ غالب کی عظمت صرف ان کے خیالات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سمندر کی تہہ سے ایسے نایاب موتی بھی ملے ہیں جنہوں نے ایک طرف اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ دوسری طرف غالب کو بھی ہیشگی ملی۔ ان کی عظمت اس بات میں مضمر ہے کہ وہ روایت اور تجربے کے دور سے گزرے اور اپنی تقریر میں وہ خیالات پیش کیے جو ان سے پہلے اردو شاعری میں نہ سمجھے گئے اور نہ سمجھے گئے۔ وہ دوسروں کی نفسیات کا مطالعہ نہیں کرتے، بلکہ اپنی فطرت کی گہرائیوں میں جھانک کر خود شناسی کی سطح تک پہنچ جاتے ہیں۔ غالب کی شاعری رنگین خیالات کا مجموعہ ہے۔ ان کے ساز میں ان گنت گیت ہیں اور ہر گانا دل کو چھو لینے والا ہے۔ ان کی بت پرستی ان کی خود شناسی کا نچوڑ ہے اور ہماری شاعری کی عظیم روایت ہے۔ غالب کے اقوال و بیان کے سلسلے میں خاص طور پر محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ایک ماہر شاعر ہیں، وہ قدم قدم پر اپنا اسلوب بدلتے ہیں اور اپنی خود غرضی اور خود غرضی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ غالب بہت رنگین اور ہمہ جہتی شخصیت کے مالک تھے اور یہ رنگین، ہمہ جہتی اور ہمہ جہتی شخصیت ان کے کلام میں دیکھی جا سکتی ہے۔ میں غالب کی پہلی بھرپور اور رنگین شخصیت ہوں۔" ایک اور جگہ لکھتے ہیں "غالب کی عظمت اس بات میں ہے کہ انھوں نے متنوع موضوعات کو غزل کے سانچے میں ڈھالا۔

CC BY

کتابیات

1. اصغر گونڈوی۔کلیاتِ اصغر۔لاہور: مکتبہ شعر وادب، س ن،
2. آتش، کلیات آتش (مرتبہ ظہیر الدین)۔سندھ: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۳،
3. جگر مراد آبادی۔کلیاتِ جگر۔(مرتبہ رانا خضر سلطان)۔لاہور: بک ٹاک ۲۰۱۲ء
4. جوش ملیح آبادی۔جوش کی شاعری۔لاہور: مکتبہ اردو ادب۔س ن
5. حسرت موہانی۔کلیاتِ حسرت۔(مرتبہ رانا خضر سلطان)۔لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۲ء
6. داغ دہلوی۔کلیاتِ داغ۔(مرتبہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)۔لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء،
7. رفیع سودا، مرزا محمد۔کلیاتِ سودا۔لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶
8. سعادت نظیر۔شعر و شاعر۔حیدر آباد: مینار بک ڈپو، س ن
9. سلیم اختر، ڈاکٹر۔تنقیدی دبستان۔لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷
10. محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئ دہلی، ۱۹۶۹
11. مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ۱۹۸۲
12. مرزا غالب۔دیوانِ غالب (مرتبہ امتیاز علی خان عرشی)
13. مرزا غالب۔دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)۔
14. مرزا غالب۔دیوانِ غالب۔(مرتبہ امتیاز علی خان عرشی)۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء،
15. مرزا غالب۔دیوانِ غالب۔(مرتبہ امتیاز علی خان عرشی)۔
16. منظر ایوبی، پروفیسر۔اردو شاعری میں نئے موضوعات کی تلاش۔کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۰
17. مومن خان مومن۔کلیاتِ مومن (مرتبہ کلبِ علی خان فائق)۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء
18. میر تقی میر۔کلیاتِ میر (جلد دوم)۔(مرتبہ کلب علی خاں فائق)۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۱ء
19. ہادی حسین، محمد۔مغربی شعریات۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰ء
20. ولی دکنی۔انتخابِ زریں اردو غزل۔(مرتبہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)۔لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۸
21. یوسف حسین خان، ڈاکٹر۔اردو غزل۔لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۵۲،

CC BY

حوالہ جات

---

1 ہادی حسین، محمد۔ مغربی شعریات۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰ء، ص ۲۹۴

2 سلیم اختر، ڈاکٹر۔ تنقیدی دبستان۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۱۰۴

3 مرزا غالب۔ دیوانِ غالب۔ (مرتبہ امتیاز علی خان عرشی)۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص ۲۳۵

4 داغ دہلوی۔ کلیاتِ داغ۔ (مرتبہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۲۹۲

5 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٣٠٩

6 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٠١

7 یوسف حسین خان، ڈاکٹر۔ اردو غزل۔ لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۵۲، ص ۷۰

8 آتش، کلیات آتش (مرتبہ ظہیر الدین)۔ سندھ: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۳، ص ۱۳۶

9 محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ١٩٦٩، ص-٢٠

10 مرزا غالب۔ دیوانِ غالب۔ (مرتبہ امتیاز علی خان عرشی)۔ ص ۲۱۹

11 محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ١٩٦٩، ص-٢٠

12 منظر ایوبی، پروفیسر۔ اردو شاعری میں نئے موضوعات کی تلاش۔ کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۰، ص ۱۳۳

13 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٧٨

14 مرزا غالب۔ دیوانِ غالب (مرتبہ امتیاز علی خان عرشی)، ص ۳۰۵

15 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٩٣

16 سعادت نظیر۔ شعر و شاعر۔ حیدر آباد: مینار بک ڈپو، س ن، ص ۱۳۳

17 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-١٤٩

18 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٤١١

19 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٤٢٣

20 ولی دکنی۔ انتخابِ زریں اردو غزل۔ (مرتبہ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا)۔ لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۸، ص ۳۹

21 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-١٩٣

22 رفیع سودا، مرزا محمد۔ کلیاتِ سودا۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶، ص ۱۲۱

23 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٤٢٩

24 مومن خان مومن۔ کلیاتِ مومن (مرتبہ کلبِ علی خان فائق)۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳۴

25 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٣٩٨

26 مرزا غالب۔ دیوانِ غالب (نسخہ عرشی)۔ ص ۳۱۸

27 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٣٩١

28 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-١٨٧

29 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-١٨٨

30 جگر مراد آبادی۔ کلیاتِ جگر۔ (مرتبہ رانا خضر سلطان)۔ لاہور: بک ٹاک ۲۰۱۲ء، ص ۳۹۹

31 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٨٨

32 میر تقی میر۔ کلیاتِ میر (جلد دوم)۔ (مرتبہ کلب علی خاں فائق)۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۱ء، ص ۱۸

33 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٨

34 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٧٣

35 اصغر گونڈوی۔ کلیاتِ اصغر۔ لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س ن، ص ۳۴

36 محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ١٩٦٩، ص-٣٨

37 محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ١٩٦٩، ص-39

38 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٢٦٧

39 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-١٧٤

40 حسرت موہانی۔ کلیاتِ حسرت۔ (مرتبہ رانا خضر سلطان)۔ لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۲ء، ص ۱۷۱

41 محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ١٩٦٩، ص-٥٨

42 جوش ملیح آبادی۔ جوش کی شاعری۔ لاہور: مکتبہ اردو ادب۔ س ن، ص ۲۷۰

43 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-١٤٦

44 مرزا غالب، دیوان غالب جدید، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ١٩٨٢، ص-٣٤٧

45 محمد مجیب، غالب اردو کلام کا انتخاب، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ١٩٦٩، ص-١١٧